شمائل محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تاکید کی کہ قیدیوں کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک کریں

گزشتہ شماروں میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ 20 اپریل 571ء کو عرب کے شہر مکہ میں ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی عمر میں ہی یکے بعد دیگرے آپ کی والدہ حضرت آمنہ اور دادا حضرت عبدالمطلب فوت ہو گئے۔ دادا کی وفات کے بعد آپ کے چچا حضرت ابوطالب نے آپ کی کفالت کی ذمہ داری لی۔ 25 سال کی عمر میں آپ کی شادی عرب کی ایک دولت مند اور نیک خاتون حضرت خدیجہؓ سے ہوگئی۔ جب حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک 40 سال ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کے منصب پر فائز فرمایا مکہ کے مشرکین نے آپ کے پیغام کی بہت مخالفت کی اور مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیا۔ تین سال تک مسلمان شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ اسی دوران حضرت خدیجہؓ اور حضرت ابوطالب کا وصال ہو گیا اور مدینہ میں بھی اسلام کا نور پہنچ گیا۔ نبی کریم ﷺ خدائی حکم کے ماتحت مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرما گئے۔ اور آٹھ روز کے سفر کے بعد 12 ربیع الاوّل 14 نبوی 20 ستمبر 622ء کو مدینہ کے پاس پہنچے تو اہل یثرب خوشی سے استقبال کیلئے دوڑے چلے آئے۔ اب ایک نئے دور کا آغاز ہو چکا تھا اور آپ کا پیغام تیزی کے ساتھ پھیل رہا تھا لیکن دوسری طرف کفار مکہ بھی اپنی شرارتوں میں مصروف تھے۔ (اب آگے پڑھئے)

ہجرت نبوی کے بعد قریش مکہ نے مدینہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دینے کی تیاری شروع کر دی تھی اُس شخص کی طرح جسے اپنے وہ مظالم تو بھول جاتے ہیں جو وہ خود دوسروں پر کرتا رہا ہے لیکن اگر کسی دوسرے کی طرف سے اسے ذرا سی بھی تکلیف پہنچ جاوے تو وہ اُسے ہمیشہ یاد رکھتا ہے۔ خواہ وہ جوابی رنگ ہی رکھتی ہو۔ قریش مکہ مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کو تباہ و برباد کر دینے کی تیاری میں پہلے سے بھی زیادہ جوش و

خروش کے ساتھ منہمک ہو گئے تھے۔ اسی اثناء میں مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع موصول ہوئی کہ قریش مکہ کا ایک تجارتی قافلہ جس کے ساتھ تیس چالیس یا بعض روایات کی رو سے ستر آدمی تھے ابوسفیان کی سرداری میں شام کی طرف سے مکہ کو واپس آ رہا ہے۔ اس قافلہ میں غیر معمولی طور پر قریش کے ہر مرد اور عورت کا حصہ تھا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ غالباً اس تجارت کے منافع کے متعلق قریش کا یہ فیصلہ تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف جنگی مصارف میں خرچ ہوگا۔ چونکہ قافلوں کی روک تھام، ظالم قریش کو ہوش میں لانے اور انہیں ان کی خطرناک کارروائیوں سے روکنے کا ایک بہترین ذریعہ تھی اور دوسرے ان قافلوں کا مدینہ سے اس قدر قریب ہو کر گذرنا ویسے بھی مسلمانوں کے لئے کئی طرح سے خطرے کے احتمالات رکھتا تھا۔ اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قافلے کو روکنے کا فیصلہ کیا۔ کفار مکہ کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو انہوں نے ایک ہزار سپاہیوں پر مشتمل لشکر لے کر مدینہ کی طرف چڑھائی کا پروگرام بنا دیا۔ یہ لوگ رائج الوقت سامانِ حرب سے خوب آراستہ تھے چنانچہ فوج میں سواری کے سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے اور سب سوار اور اکثر پیادہ زرہ پہنے ہوئے تھے اور دیگر سامانِ جنگ بھی مثلاً نیزہ اور تلوار اور تیر کمان وغیرہ کافی تعداد میں موجود تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے قافلہ کی خبر پا کر اپنے دو صحابی تحقیق کے لئے روانہ فرما دیئے تھے لیکن ابھی وہ واپس نہیں لوٹے تھے کہ آپ کو کسی ذریعہ سے مخفی طور پر یہ اطلاع بھی پہنچ گئی کہ قریش کا ایک بڑا لشکر مکہ سے آ رہا ہے۔

آپ نے مزید توقف کرنا مناسب خیال نہ کیا اور بارہ رمضان 2 ھجری بروز اتوار مدینہ سے انصار و مہاجرین کی ایک جمعیت کے ساتھ اللہ کا نام لیتے ہوئے روانہ ہو گئے۔ اکابر صحابہ میں سے جو لوگ اس غزوہ میں شامل نہیں ہو سکے ان میں سے حضرت عثمانؓ بن عفان کا نام خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ ان ایام میں چونکہ ان کی زوجہ رقیہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بیمار تھیں۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خود حکم دیا تھا کہ وہ ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں ہی ٹھہریں۔

مدینہ سے تھوڑی دور نکل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈیرہ ڈالنے کا حکم دیا اور فوج کا جائزہ لیا۔ کم عمر بچے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کے شوق میں ساتھ چلے آئے تھے واپس کئے گئے۔ سعدؓ بن ابی

وقاص کے چھوٹے بھائی عمیرؓ بھی کم سن تھے۔ انہوں نے جب بچوں کی واپسی کا حکم سنا تو لشکر میں اِدھر اُدھر چھپ گئے۔ لیکن آخران کی باری آئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی واپسی کا حکم دیا یہ حکم سن کر عمیر رونے لگ گئے اور آپ نے ان کے غیر معمولی شوق کو دیکھ کر انہیں اجازت دے دی۔ اب لشکر اسلامی کی تعداد قریباً 313 تھی۔ جن میں مہاجرین قریباً ساٹھ تھے اور باقی سب انصار تھے۔ مگر بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ ساری فوج میں صرف ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے اور انہی پر مسلمان باری باری سوار ہوتے تھے حتّٰی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی کوئی الگ سواری نہیں تھی یعنی آپ کو بھی دوسروں کے ساتھ باری باری چڑھنا اور اُترنا پڑتا تھا۔ آپ کے ساتھیوں نے بڑے اصرار سے عرض کیا کہ ہم پیدل چلتے ہیں حضور سوار رہیں مگر آپ نے نہ مانا اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ مَیں تم سے چلنے میں کمزور نہیں ہوں اور ثواب کی خواہش بھی مجھے کسی سے کم نہیں پھر مَیں کیوں نہ باری میں حصہ لوں۔

جس جگہ اسلامی لشکر نے ڈیرہ ڈالا تھا وہ کوئی ایسی اچھی جگہ نہ تھی۔ اس پر حبابؓ بن منذر نے آپ سے دریافت کیا کہ آیا خدائی الہام کے ماتحت آپ نے یہ جگہ پسند کی ہے یا محض فوجی تدبیر کے طور پر اسے اختیار کیا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بارے میں کوئی خدائی حکم نہیں ہے تم کوئی مشورہ دینا چاہتے ہو تو بتاؤ؟ حبابؓ نے عرض کیا تو پھر میرے خیال میں یہ جگہ اچھی نہیں ہے، بہتر ہوگا کہ آگے بڑھ کر قریش سے قریب ترین چشمہ پر قبضہ کر لیا جاوے۔ مَیں اس چشمہ کو جانتا ہوں اس کا پانی اچھا ہے اور عموماً ہوتا بھی کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور چونکہ ابھی تک قریش ٹیلہ کے پرے ڈیرہ ڈالے پڑے تھے اور یہ چشمہ خالی تھا مسلمان آگے بڑھ کر اس چشمہ پر قابض ہو گئے۔

اب فوجیں بالکل ایک دوسرے کے سامنے تھیں۔ مگر قدرتِ الٰہی کا عجیب تماشہ ہے کہ اس وقت لشکروں کے کھڑے ہونے کی ترتیب ایسی تھی کہ اسلامی لشکر قریش کو اصلی تعداد سے زیادہ بلکہ دوگنا نظر آتا تھا جس کی وجہ سے کفار مرعوب ہوئے جاتے تھے اور دوسری طرف قریش کا لشکر مسلمانوں کو ان کی اصلی تعداد سے کم نظر آتا تھا۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے دل بڑھے ہوئے تھے۔ قریش کی یہ کوشش تھی کہ کسی طرح اسلامی لشکر کی تعداد کا صحیح اندازہ پتہ لگ جاوے تا کہ وہ گرتے ہوئے دلوں کو سہارا دے سکیں اس کے لئے رؤساء قریش نے عمیر بن وہب کو بھیجا کہ اسلامی لشکر کے

چاروں طرف گھوڑا دوڑا کر دیکھے کہ اس کی تعداد کتنی ہے اور آیا ان کے پیچھے کوئی کمک تو مخفی نہیں؟ چنانچہ عمیر نے گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کا ایک چکر کاٹا مگر اسے مسلمانوں کی شکل وصورت سے ایسا جلال اور عزم اور موت سے ایسی بے پروائی نظر آئی کہ وہ سخت مرعوب ہو کر لوٹا اور قریش سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کوئی مخفی کمک وغیرہ تو نظر نہیں آئی لیکن اے قریش میں نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں گویا اونٹنیوں کے کجاوں نے اپنے اوپر آدمیوں کو نہیں بلکہ موتوں کو اٹھایا ہوا ہے اور یثرب کی سانڈنیوں پر گویا ہلاکتیں سوار ہیں۔ پھر لڑائی شروع ہوئی اور

سب سے پہلے عتبہ آگے بڑھا

غصہ میں بھرا ہوا وہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے لڑکے ولید کو ساتھ لے کر لشکر کفار سے آگے بڑھا اور عرب کے قدیم دستور کے مطابق انفرادی لڑائی کے لئے للکارا۔ چند انصاری ان کے مقابلہ کیلئے آگے بڑھنے لگے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا اور فرمایا۔ حمزہ تم اُٹھو۔ علی تم اُٹھو۔ عبیدہ تم اُٹھو۔ یہ تینوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت قریبی رشتہ دار تھے اور آپ چاہتے تھے کہ خطرہ کی جگہ پر سب سے پہلے آپ کے عزیز و اقارب آگے بڑھیں۔ دوسری طرف عتبہ وغیرہ نے بھی انصار کو دیکھ کر آواز دی کہ ان لوگوں کو ہم کیا جانتے ہیں۔ ہماری ٹکر کے ہمارے سامنے آئیں۔ چنانچہ حمزہ اور علی اور عبیدہ آگے بڑھے۔ عرب کے دستور کے مطابق پہلے تعارف ہوا۔ پھر عبیدہؓ بن مطلب ولید کے مقابل ہو گئے اور حمزہؓ عتبہ کے اور علیؓ شیبہ کے۔ حمزہؓ اور علیؓ نے تو ایک دو واروں میں ہی اپنے حریفوں کو خاک میں ملا دیا۔ لیکن عبیدہؓ اور ولید میں دو چار اچھی ضربیں ہوئیں۔ اور بالآخر دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ سے کاری زخم کھا کر گرے۔ جس پر حمزہؓ اور علیؓ نے جلدی سے آگے بڑھ کر ولید کا تو خاتمہ کر دیا اور عبیدہؓ کو اُٹھا کر اپنے کیمپ میں لے آئے۔ مگر عبیدہ اس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکے اور بدر سے واپسی پر راستہ میں انتقال کر گئے۔

ان انفرادی مقابلوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر اپنے سائبان میں تشریف لے گئے اور جاتے ہوئے نصیحت فرمائی کہ جب تک میں حکم نہ دوں عام حملہ نہ کیا جائے اور فرمایا کہ اگر کفار فوری حملہ کر کے آئیں تو پہلے تیروں کے ساتھ ان کا مقابلہ کرو لیکن دیکھو تیر ذرا احتیاط سے چلانا۔ ایسا نہ ہو کہ یونہی بے فائدہ طور پر اپنے ترکش خالی کر دو اور تلوار صرف اس وقت نکالو کہ جب دونوں لشکر آپس میں مل جائیں۔ غالباً اسی موقعہ پر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر یہ بھی فرمایا کہ لشکر کفار میں بعض ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو اپنے دل کی خوشی سے اس مہم میں شامل نہیں ہوئے بلکہ رؤسا قریش کے دباؤ کی وجہ سے شامل ہو گئے ہیں ورنہ وہ دل میں ہمارے مخالف نہیں۔ اسی طرح بعض ایسے لوگ بھی اس لشکر میں شامل ہیں جنہوں نے مکہ میں ہماری مصیبت کے وقت میں ہم سے شریفانہ سلوک کیا تھا اور **ہمارا فرض ہے کہ ان کے احسان کا بدلہ اتاریں۔ پس اگر کسی ایسے شخص پر کوئی مسلمان غلبہ پائے تو اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے۔**

اس کے بعد آپ سائبان میں جا کر پھر دعا میں مشغول ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ بھی ساتھ تھے اور سائبان کے اِردگرد انصار کی ایک جماعت سعدؓ بن معاذ کی زیر کمان پہرہ پر متعین تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میدان میں سے ایک شور بلند ہوا اور معلوم ہوا کہ قریش کے لشکر نے عام حملہ کر دیا ہے۔ اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت رقت کی حالت میں خدا کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے دعائیں کر رہے تھے اور نہایت اضطراب کی حالت میں فرماتے تھے کہ اے میرے خدا اپنے وعدوں کو پورا کر۔ اے میرے مالک! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں ہلاک ہو گئی تو دنیا میں تجھے پوجنے والا کوئی نہیں رہے گا اور اس وقت آپ اس قدر کرب کی حالت میں تھے کہ کبھی آپ سجدہ میں گر جاتے تھے اور کبھی کھڑے ہو کر خدا کو پکارتے تھے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مجھے لڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آتا تھا تو میں آپ کے سائبان کی طرف بھاگا جاتا تھا لیکن جب بھی مَیں گیا مَیں نے آپ کو سجدہ میں گڑگڑاتے ہوئے پایا اور مَیں نے سنا کہ آپ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ یا حی یا قیوم یا حی یا قیوم یعنی اے میرے زندہ خدا! اے میرے زندگی بخش آقا۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کی اس حالت کو دیکھ کر بے چین ہوئے جاتے تھے اور کبھی کبھی بے ساختہ عرض کرتے تھے۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ اللہ اپنے وعدے ضرور پورے کرے گا۔ مگر آپ برابر دعا اور گریہ وزاری میں مصروف رہے۔ دعا کے بعد آپ نے باہر آ کر دیکھا تو جنگ جاری تھی۔ آپ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ یک دم حملہ کرو اور خود ریت اور کنکر کی ایک مٹھی اٹھائی اور اُسے کفار کی طرف پھینکا۔ اچانک ایک تیز آندھی چلنے لگی جس سے کافروں کی آنکھیں اور منہ ریت سے بھرنے لگے اور ان میں ایک بھگدڑ مچ گئی۔ بڑے بڑے سردار قتل ہوئے اور ستر قیدی بھی ہاتھ

آئے۔ کافروں کا لشکر عبرت کا نمونہ بن چکا تھا۔ جب دوسرے کاموں سے فراغت حاصل ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سرداران قریش کو ایک جگہ جمع کر کے دفن کر دیا جاوے **کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عام طریق تھا کہ حتی الوسع کسی لاش کو کھلا نہیں رہنے دیتے تھے خواہ وہ دشمن ہی کی کیوں نہ ہو۔**

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو تاکید کی کہ قیدیوں کے ساتھ نرمی اور شفقت کا سلوک کریں اور ان کے آرام کا خیال رکھیں۔ صحابہ نے جن کو اپنے آقا کی ہر خواہش کے پورا کرنے کا عشق تھا آپ کی اس نصیحت پر اس خوبی کے ساتھ عمل کیا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ چنانچہ خود قیدیوں میں سے ایک قیدی کی روایت آتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے انصار مجھے تو پکی ہوئی روٹی دیتے تھے لیکن خود کھجور وغیرہ کھا کر گزارہ کر لیتے تھے اور کئی دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ ان کے پاس اگر روٹی کا چھوٹا ٹکڑا بھی ہوتا تھا تو وہ مجھے دے دیتے تھے اور خود نہیں کھاتے تھے اور اگر میں کبھی شرم کی وجہ سے واپس کر دیتا تھا تو وہ اصرار کے ساتھ پھر مجھے دے دیتے تھے جن قیدیوں کے پاس لباس کافی نہیں تھا انہیں کپڑے مہیا کر دیئے گئے تھے۔ چنانچہ عباس کو عبداللہ بن ابی نے اپنی قمیض دی تھی۔

سر ولیم میور نے قیدیوں کے ساتھ اس مشفقانہ سلوک کا مندرجہ ذیل الفاظ میں اعتراف کیا ہے۔

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایت کے ماتحت انصار و مہاجرین نے کفار کے قیدیوں کے ساتھ بڑی محبت اور مہربانی کا سلوک کیا۔ چنانچہ بعض قیدیوں کی اپنی شہادت تاریخ میں ان الفاظ میں مذکور ہے کہ خدا بھلا کرے مدینہ والوں کا وہ ہم کو سوار کراتے تھے اور آپ پیدل چلتے تھے۔ ہم کو گندم کی پکی ہوئی روٹی دیتے تھے اور آپ صرف کھجوریں کھا کر پڑے رہتے تھے۔ اس لئے (میور صاحب لکھتے ہیں) ہم کو یہ معلوم کر کے تعجب نہ کرنا چاہئے کہ بعض قیدی اس نیک سلوک کے اثر کے نیچے مسلمان ہو گئے اور ایسے لوگوں کو فوراً آزاد کر دیا گیا...... جو قیدی اسلام نہیں لائے اُن پر بھی اس نیک سلوک کا بہت اچھا اثر تھا"۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب)